Regd. No. L. 922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date
1-8-15-22

Phone—29
Annual Rs. 4/-
Per Copy -/12 P

جلد ۲۶ - شمارہ ۹	ایڈیٹر: آل احمد سرور	یکم مارچ ۱۹۶۷ء

اداریہ

کیا اتر پردیش میں اردو کو واقعی سہولتیں ملی ہیں؟

انجمن اور اردو دوستوں کی جدوجہد کی وجہ سے بالآخر مرکزی حکومت اس بات پر مجبور ہوئی کہ اتر پردیش اور بہار کی حکومتوں کو ان کے فرض کا احساس دلائے۔ اتر پردیش کی حکومت نے ایک خاص افسر مقرر کرنے کا اعلان کیا ہے جو اردو دوستوں کی شکایات پر مناسب کارروائی کرے گا۔ اس کے علاوہ ہمارے علم میں پہلی دفعہ کچھ لٹریچر اردو میں شائع کیا ہے جس میں آزادی کے بعد اتر پردیش کی اقتصادی ترقی، لکھنؤ، مراد آباد، رام پور، مظفر نگر، پیلی بھیت، سہارن پور، بجنور میں حکومت کی کارگزاری اور اردو کے لیے سہولتوں کے متعلق فولڈروں کی شکل میں کچھ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ہمیں اردو کے لیے ان سہولتوں سے متعلق کچھ کہنا ہے۔

پہلی بات تو یہی ہے کہ حکومت سے ہماری توقع یہ ہوتی ہے کہ وہ خواہ مخواہ اشتہاریت سے کام نہ لے۔ آج کے کاروباری دور میں اور کاروباری حلقوں میں پروپیگنڈا کا فن ایک قیامت بن گیا ہے۔ لوگ پروپیگنڈے کے ذریعہ سے سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ بدقسمتی سے سیاست نے بھی اشتہاریت کو فروغ دیا ہے۔ چنانچہ عوام کی واقعی شکایات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بجائے کچھ حکومتیں اپنے فرض اور حقیقی کارناموں کا ڈھنڈورا پیٹنا کافی سمجھتی ہیں۔ اتر پردیش کی حکومت نے جو فولڈر شائع کیا ہے وہ خوبصورت چھپا ہے اور خاصا دیدہ زیب ہے مگر اس میں ادھوری حقیقت ہے۔ اور سب جانتے ہیں کہ ادھوری حقیقت بعض اوقات صریح غلط بیانی سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

اس فولڈر میں کہا گیا ہے :-

"اتر پردیش کی حکومت چاہتی ہے کہ ان چراغوں کی لو اور بڑھے۔ چنانچہ وہ اس امر کی برابر کوشش کرتی رہی ہے کہ اس ریاست میں اردو کی تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند بچوں کو ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچتی رہیں اور اردو کے شاعروں اور ادیبوں کی ہر طرح سے ہمت افزائی ہوتی رہے۔"

سب جانتے ہیں کہ حکومت کی کوششیں کیسی ہیں اور اس سلسلے میں لسانی اقلیتوں کے کمشنر کی ساتویں رپورٹ کے بعد دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں کہ اتر پردیش کی حکومت کی کوشش برائے نام رہی ہے اور وہ اردو میں تعلیم کی سہولتیں دینے میں آہستہ خرام بلکہ مخرام کے اصول پر عمل کرتی رہی ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے :-

"حکومت اتر پردیش اس اصول پر کاربند ہے کہ لسانی اقلیتوں کے بچوں کو ابتدائی تعلیم کے مرحلے پر ان کی مادری زبان کے ذریعے تعلیم دینا چاہیے۔" فولڈر میں کہا گیا ہے کہ جہاں ایک پرائمری اسکول میں چالیس یا کسی ایک درجے میں کم سے کم دس بچے اردو میں تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فوراً اس کا بندوبست کیا جاتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مزید احتیاط کے طور پر پرائمری اسکول میں ایسے رجسٹر کھول دیے گئے ہیں جن میں اردو میں تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند بچوں کے نام نیا سیشن شروع ہونے سے پہلے ہی لکھ لیے جاتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں صحیح نہیں ہیں کیونکہ لسانی اقلیتوں کے کمشنر نے صاف کہا ہے کہ اردو میں تعلیم پانے والے طلبا کی تعداد میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ کمی ہو رہی ہے جبکہ ریاست میں پرائمری درجے میں تعلیم پانے والے طلبا کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ دوسرے ہر جگہ رجسٹر نہیں ہیں اور جہاں ہیں وہاں بہت سے رجسٹر بھرے نہیں گئے۔ مکتبوں اور مدرسوں میں طلبا کی تعداد جو دی گئی ہے وہ بھی حکومت کے لیے باعث فخر نہیں باعث شرم ہے۔ ۱۹۶۰-۶۱ء میں یہ تعداد ۱۴۷۱۰ تھی۔ ۱۹۶۴-۶۵ء میں یعنی چار برس میں یہ تعداد بڑھ کر ۲۳۰۱۳ پہنچ گئی۔ اتنے عظیم الشان اضافے پر اور دو لاکھ کی گرانقدر رقم اس کار خیر پر صرف کرنے پر اتر پردیش کی حکومت ایسی نازاں ہے کہ اس نے کوئی بڑا تیر مارا ہے۔ سچ ہے

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(باقی)

آنند نراین مُلّا کامیاب

لکھنؤ کے پارلیمانی حلقہ سے آزاد امیدوار آنند نراین مُلّا جو انجمن ترقی اردو (ہند) کے ممبر ہیں اپنے خاص حریف [illegible] (کانگریس) کو بیس ہزار سے زائد ووٹ سے شکست دے کر لوک سبھا کے ممبر منتخب ہوگئے۔

امریکہ میں کشمیری اور اردو

نیویارک امریکہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کشمیری زبان یونیورسٹی کی سطح پر پڑھائی جائے گی۔

کچھ ماہرین نے کہا ہے کہ ایسا صرف امریکہ میں ہی نہیں بلکہ تمام مغربی ممالک میں کیا جارہا ہے۔ سر دست اس زبان کو کولمبیا یونیورسٹی میں مروّج کیا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بنگالی، ہندی، سنسکرت، تامل، تیلگو، اردو اور فارسی کو بھی جنوبی ایشیا کی زبانوں کے پروگرام میں شامل کیا گیا ہے۔ (سیاست جدید، کانپور)

نظام توسیعی لکچر

گذشتہ سال اعلیٰ حضرت نظام حیدرآباد نے ایک گراں قدر عطیہ دہلی یونیورسٹی کو عطا فرمایا تھا۔ اس عطیہ کا مقصد یہ تھا کہ کسی مستند اور ممتاز اہل قلم کو ہر سال کسی علمی اور ادبی موضوع پر اردو میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی دعوت دیں۔

اس سال ۳ر اور ۴ر مارچ کو ڈاکٹر تارا چند صاحب ایم۔ پی ملک کے مشہور مورخ اور ماہر تعلیم "ہندوستانی کلچر کا ارتقا تاریخ کے آئینے میں" کے موضوع پر نظام خطبات دیں گے۔ یہ جلسے ۳ر اور ۴ر مارچ کو منعقد ہوں گے۔ دونوں جلسوں کی صدارت جناب ڈاکٹر سی۔ ڈی۔ دیش مکھ وائس چانسلر دہلی یونیورسٹی فرمائیں گے۔

(سید ظہیر الحسن، سکریٹری شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی)

نثر و غزل دستہ

عظیم، تیکھے، منفرد اور بیباک طنز نگار شاد عارفی کے نایاب تنقیدی مضامین، شاہکار نظموں، نمائندہ غزلوں اور غیر مطبوعہ قطعات و رباعیات وغیرہ کا مجموعہ "نثر و غزل دستہ" طباعت کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ یہ مجموعہ تاریخی اہمیت کی ادبی دستاویز ہوگا۔ ضخامت پانچ سو صفحات ہے جس کی قیمت چھ روپے ہے اس کے مرتب جناب مظفر حنفی ہیں اور ناشر مرکز ادب، بدھواڑہ، بھوپال۔

میسور میں اردو

حکومت میسور نے حال میں حکم صادر کیا ہے کہ میسور کے تین اضلاع رائچور، بیدر اور گلبرگہ میں اردو زبان میں لکھی ہوئی دستاویزیں رجسٹری کے دفاتر میں قبول کی جائیں گی اور سارے سرکاری احکام، اعلانات اور سرکاری کتابچے اردو میں بھی شائع کئے جائیں گے۔ (قائد)

شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے زیر اہتمام

"جدیدیت اور ادب" پر ایک سیمنار

۱۲ر اور ۱۳ر مارچ ۱۹۶۷ء کو شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی طرف سے "جدیدیت اور ادب" کے موضوع پر ایک اہم سیمنار منعقد کیا جارہا ہے جس میں حسب ذیل مباحث پر مقالات پڑھے جائیں گے اور ان سے متعلق مذاکرے ہوں گے۔

(۱) جدیدیت کیا ہے؟

(۲) مغرب میں جدیدیت کا تصور

(۳) مشرق میں جدیدیت کی منزلیں

(۴) جدیدیت مغربی ادب کے پس منظر میں

(۵) جدیدیت انگریزی ادب میں

(۶) جدیدیت ہندی ادب میں

(۷) جدیدیت اردو ادب میں

اس سیمنار میں شعبۂ اردو کے اساتذہ کے علاوہ جو حضرات مقالے پڑھ رہے ہیں ان میں چند کے نام یہ ہیں:-

جناب شیام لال ایڈیٹر ٹائمز آف انڈیا، جناب ایس۔ ایچ۔ واتسیاین اگیئے، پروفیسر احتشام حسین، محترمہ قرۃ العین حیدر، ڈاکٹر عبدالعلیم، ڈاکٹر محمد حسن، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر قمر رئیس، ڈاکٹر عرفان حبیب، ڈاکٹر وحید اختر، جناب یوسف جمال خواجہ، پروفیسر اسلوب احمد انصاری، ڈاکٹر منیب الرحمٰن، محترمہ زاہدہ زیدی، ڈاکٹر محمد یٰسین صدیقی، جناب راج کومل، جناب شمیم حنفی، جناب شمس الرحمٰن فاروقی۔

اس سیمنار کا افتتاح نواب علی یاور جنگ وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی فرمائیں گے۔ (نامہ نگار ہماری زبان)

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۱۹۷۱ء تک مکمل ہو جائے گا

لاہور۔ پنجاب یونیورسٹی کے پروگرام کے مطابق اردو میں اسلام کے متعلق انسائیکلوپیڈیا مرتب کرنے کا کام ۱۹۷۱ء تک مکمل ہو جائے گا۔ انسائیکلوپیڈیا کے چیف ایڈیٹر ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے کہا ہے کہ اس کی پہلی دوسری اور چوتھی جلد چھپ چکی ہے باقی نو جلدیں آئندہ پانچ سال تک چھپ جائیں گی۔

مطبوعہ جلدیں ۲۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہیں تراجم اور ترمیم کے علاوہ ۳۰۰۰ صفحات کا مواد تیار کر لیا گیا ہے۔ اس میں برصغیر ہند و پاک کے واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اس میں پاکستان کے جغرافیہ، تاریخ اور ثقافت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جب یہ مکمل ہو جائے گا تو یہ اسلام کے متعلق پہلا انسائیکلوپیڈیا ہوگا جسے علوم شرقیہ کے ماہروں نے تیار کیا ہے یہ سارا انسائیکلوپیڈیا ۱۲ ہزار صفحات پر مشتمل ہوگا۔

فرید برہانپوری

مفتاح السرور عادل شاہی

جناب انصار اللہ صاحب نظر کا مضمون۔ مفتاح السرور عادل شاہی۔ ۸ دسمبر ۷۶ء کے ہماری زبان میں شایع ہوا ہے۔

اس مضمون میں مفتاح السرور کے چند اقتباسات کے ساتھ بانیٔ مملکتِ بیجاپور۔ یوسف عادل شاہ۔ کی علم دوستی، معارف نوازی اور اس کی جنگی مصروفیتوں کا ذکر ہے۔

حکیم قاسم بیگ کا بھی ضمناً تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس طرح زیر نظر مضمون کے دو حصے ہیں۔

(۱) مفتاح السرور کے اقتباسات

(۲) تاریخی پس منظر

مفتاح السرور کے اقتباسات کے چند حصے جناب انصار صاحب کی توجہ اور نظرِ ثانی کے محتاج رہ گئے تھے۔ ان کو عاجز راقم نے پڑھنے کی کوشش کی ہے۔

وہ حصے اور تاریخی پس منظر کے متعلق چند معروضات سطور ذیل میں پیش ہیں۔

پہلا اقتباس۔ کالم ۱ اور ۲ صفحہ

سطر	مطبوعہ لفظ	جو پڑھا گیا
۱	خلی (کذا)	خلجی
۲	مرزاد	نژاد
۴	دودمان ودلا ذو لجا ہ	دودمانِ علا و ولجاہ
۴	می گزرانید	می گذرانید
۵	ہرگز ہ ہدت	ہرگز در مدت
۵-۶	ضمیر خیال	ضمیر و خیال
۷	قطرت	فترت
۸	حوادث روزگار	حوادثِ روزگار و
	بازیہای چرخ مکار	بازیہای چرخ مکار
۹	سکنہ دالی	سکنہ و اہالی
۱۰	بر حکم الجواہر مالاتیطاق	بر حکم الفرار مما لا یطاق
۱۱	دواعی	دواعی
۱۱	بواعث (کذا)	بواعث
۱۲	ہر حکم	بر حکم
۱۳-۱۴	من نجا براسہ فقد ربح	"من نجا براسہ فقد ربح"
۱۶	آنجا	ملجاء
۱۶	یک زجان و یکدل	بہ یک جان و یک دل
۱۸	ملجا (ی)	ملجائی
۱۸	باوا ی	ماوائی
۲۰	قہرمان (نغاذ) والطین	قہرمانِ علی الماء والطین

کالم ۲

سطر	مطبوعہ لفظ	جو پڑھا گیا
۱	اعلاء الملوک	عمدۃ الملوک
۲	فی العالمین فی الارضین	فی العالمین وفی الارضین
۳	تاج الدولت السلطنت الدنیا والدین	تاج الدولت والسلطنت والدنیا والدین
۴	افاضی	افاضل
۵	محسوس شاہ میشود	محسوس نمی شود

کیفیت ـــــ

مفتاح السرور کے زیر نظر نسخہ میں کتابت کی پامالی کی وجہ سے الفاظ اور حروف کی شکلیں مسخ ہوگئی ہیں۔ کاتبوں نے حروف جار اور حروف عطف نقل نہیں کیے۔

مؤلف نے کثرت سے مترادفات کا استعمال کیا ہے۔ جہاں حروف جار اور حروف عطف فراہم کیے گئے ہیں۔ وہاں ان کی ضرورت نمایاں ہے۔

دہلی میں خلجی سلاطین کی حکومت ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء سے ۷۲۰ھ / ۱۳۲۰ء تک تھی۔

ملاحظہ کیجیے۔

(1) HISTORY OF THE KHALJIS — P385

(2) CATALOGUE OF THE COINS IN THE INDIAN MUSEUM CALCUTTA VOL II BY H. N. WRIGHT P. 36 — 46

(3) CATALOGUE OF INDIAN COINS IN BRITISH MUSEUM —— P2

(4) THE SULTANS OF DELHI AND THEIR COINAGE BY H. N. WRIGHT P83 — 110

(5) تاریخ فرشتہ (اردو ترجمہ) جلد اول P143 — 199

(6) HISTORICAL LAND MARKS OF DECCAN BY HAIG. P 233

مالوہ میں خلجی سلاطین کی حکومت ۸۳۹ھ سے ۹۴۱ھ تک تھی۔ (۸۳۹ھ کے متعلق مختلف تاریخوں میں اختلاف ہے)

ملاحظہ کیجیے

(۱) تاریخ فرشتہ جلد دوم ص۳۱۳ سے ص۳۲۹ تک

۱؎ ممکن ہے کہ چند الفاظ راقم السطور نے بھی غلط پڑھے ہوں یا ان کو چھوڑ دیا ہو۔

ص ۲۹۲ سے ص ۲۵۵ تک "تاریخ ہندوستان" (۲)
جلد چہارم ذکاء اللہ

(3) MEDIAEVAL INDIA UNDER MOHAMMADEN RULE.

HISTORICAL LANDMARKS OF DECCAN BY HAIG. P 235

مفتاح السرور کا مؤلف "دارالخلافت حضرت بادشاہ آباد" سے روانہ ہو کر ۲۰ ماہ محرم ۹۲۲ھ کو برہان پور پہنچا ہے۔ ظاہر ہے کہ مؤلف کا تعلق مالوہ کے خلجی سلاطین کے عہد سے ہے۔

شادی آباد مالوہ کا ایک علاقہ تھا

(تاریخ ہندوستان
جلد چہارم ص ۲۴۲)

تاریخ فرشتہ میں شہاب آباد مرقوم ہے۔

تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ۴۱۹
اردو ترجمہ

(جان برگس) JOHN BRIGGS نے تاریخ فرشتہ کے انگریزی ترجمہ میں شادی آباد لکھا ہے (دیکھئے ص ۱۹۱ جلد چہارم)

قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شادی آباد (مانڈو) ہوگا۔ شادی آباد مالوہ کا دارالخلافہ تھا۔ شاہی ٹکسالوں میں بادشاہ آباد کا نام مذکورہ کتب میں نہیں ملتا۔ مالوہ کے خلجی سلاطین کے سکوں پر شادی آباد کا املا یوں تحریر ہے شادیاباد

ملاحظہ کیجئے ۔۔

1. THE CHRONICLES OF THE PATHAN KINGS OF DELHI BY EDWARD THOMAS P 348- 49

راقم السطور کا خیال ہے کہ کسی نسخہ میں شادیاباد لکھا ہوگا۔ جسے کاتب کی کم علمی نے بادشاہ آباد پڑھ لیا۔

مخطوطہ "مفتاح السرور" میں ملاؔ کا میم (م)، لام (ل)، سے علیحدہ ہو کر واؤ (و) کی ناقص شکل اختیار کر چکا ہے۔

معنی کے لحاظ سے فترت کا املا ت سے ہونا چاہئے۔ فطرت محل نظر ہے۔

دو پیغمبروں کے درمیان کا زمانہ ایام فترت یا دور فترت کہلاتا ہے یہ عموماً افراتفری کا زمانہ ہوتا ہے۔

مؤلف کا مقصد فتنہ و فساد اور طوائف الملوکی کا بیان ہے

ملاحظہ کیجئے المعجم الاعظم الجزء الرابع ص ۲۰۹

غیاث اللغات ص ۳۱۶

فرہنگ آنندراج جلد دوم ص ۸۹۱

سکنہ کا مترادف اہالی ہے۔

مؤلف نے حدیث "الفرار مما لایطاق من سنن المرسلین" (اس مصیبت سے بھاگنا جس کی برداشت کی طاقت نہ ہو پیغمبروں کی سنت ہے) کا ایک ٹکڑا نقل کیا ہے۔ اصل نسخہ میں "بر حکم الفرار مما لایطاق" کے بعد ایک نقطہ ضرور ہوگا جو بعد کے کاتبوں نے حذف کر دیا۔

دواعی (جمع داعیہ)، اور بواعث صاف الفاظ ہیں۔ بواعث کی کتابت میں عین کے دونوں نے ہوئے سرے ح کی طرف غلط رہنمائی کرتے ہیں۔

دوسری حدیث ۔۔۔ "من نجا براسہ فقد ربح"
(جس نے نجات پائی تحقیق اس نے نفع حاصل کیا)
میں سین (س) کے شوشے کھنچ کر اللہ کا لام (ل) بن گئے ہیں۔ براسہ کو براللہ پڑھ لیا گیا ہے۔ ربح (ر ب ح) ایک نقطہ کے اضافہ سے رنج (ر ن ج) ہو گیا۔

سلجاس و مادی مترادفات ہیں۔

علیین کے ساتھ عموماً ماء آتا ہے۔ یہاں خشکی کی وتری کا فرمان روا مراد ہے۔ لہٰذا "قہرمان علی الماء و السلطین" چاہئے۔

اعدار الملوک معنی کے لحاظ سے غیر موزوں ہے۔ عمدۃ الملوک چاہئے۔

"محروس شاہ میشود" میں "شاہ" غیر ضروری ہے۔ کسی کاتب نے "می شود" کو ملا کر لکھ دیا۔ بعد کے کاتبوں نے ن کا نقطہ بھی حذف کر دیا۔

"الدنیا والدین" کے ساتھ نام یا خطاب کی رعایت سے عموماً ذیل کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

غیاث، معز، علاء، قطب، شمس، ناصر، جلال، سیف، رکن، فخر، اختیار، شہاب، نصر، فرید، وغیرہ

دوسرا اقتباس ص ۳ کالم ۲ پر ہے۔

سطر	مطبوعہ لفظ	جو پڑھا گیا
۱	عقبہ بوسیجاین (کذا)	عتبہ بوسی امین
۲	حسن تدبیر واستخلاص	حسن تدبیر در استخلاص
۳	اہل عیال	اہل و عیال
۴	در طبلۂ ہائل	در رطۂ ہائل
۵	کمال التحیات	اکمل التحیات
۶	برلوو	زائد ہے
۷	......	یہاں - ادمیت - چاہئے
۸	فرحا و مسرور	بالفرح والسرور
۹	صیت	خشیت
۱۰	نمونہ خلد و جنان	نمونۂ خلد و جنان و
	ملک رشک روضۂ	ملک رشک روضۂ
	رضوان	رضوان

(باقی صفحہ ۹ پر)

غزلیں

خلیل تنویر

دہک رہا ہے نظر میں نگار کا دامن
نشیلی رت میں ہو جیسے بہار کا دامن

سلگ اٹھا ہے غموں کی اداس شاموں میں
تمہاری یاد کے رنگیں چنار کا دامن

وہ دل کہ جس میں خیال جمال غلطاں ہو
وہ چھوڑ کے گا بھلا کیا قرار کا دامن

چراغ بزم ستم کو بھی نیند آئی ہے
دیار نیم شبی ہے خمار کا دامن

آزاد گلاٹی

ذہن کے سناٹے میں گونجی ہیں کیسی کیسی آوازیں
یادوں کے زخموں کی خوشبو سے مہکی مہکی آوازیں
بارہا کیوں اخلاص کے رس سے خالی ہوتے جاتے ہیں دل
ہر جانب سے کانوں میں پڑتی ہیں پھیکی پھیکی آوازیں
جن کو سن کر ذہن و دل پر نشہ سا طاری ہوتا تھا
یاد آتی ہیں آج بھی ہم کو وہ ہلکی ہلکی آوازیں
جیسے بستی پر آسیبی سائے منڈلاتے رہتے ہوں
سب کی اڑی اڑی سی رنگت ہے سہمی سہمی آوازیں
جن کو سن کر روح کا رابطہ ہر دن سنگم رہتا ہے
کبھی کبھی انساں سنتا ہے کچھ ایسی ایسی آوازیں

ڈاکٹر عظیم ہمایونی

خلوت غم نہ سہی، جلوت میخانہ سہی
ہنستا ٹھہرا تو با انداز شکیبانہ سہی

کیا خبر تھی کہ ستے ناب میں افسانے کے سرور
اب جو پی لی ہے تو لگ بھی پیمانہ سہی

میرے احساس میں پوشیدہ ہیں اسرار حیات
بال و پر قوت پرواز سے بیگانہ سہی

عشق شائستہ ادراک حقیقت ہے مگر
عقل دیوانہ کبھی ہے تو دیوانہ سہی

ہم بہر حال کئے جائیں گے تکمیل وفا
یہ حقیقت بھی تمہارے لئے افسانہ سہی

تشنہ شوق تو خوگر ہے تجلی کی قسم
لاکھ جذبات شکن طور کا افسانہ سہی

عظیم حیدرآبادی

حسن کی دلکشی معتبر ہے
اور باقی فریب نظر ہے

اشک ہائے ندامت ہی ہوں گے
دامن گل بہر حال تر ہے

اشک جاناں کی تابندگی پر
خود ہی محجوب تاب گہر ہے

جھک رہی ہے جبین محبت
کتنی مانوس یہ رہ گذر ہے

رمز آفاقی

شان عشق میں اپنی، کچھ کمی نہ آنے دی
سیکڑوں فریب ان کے ہم نے جان کر کھائے

سوچ کر جو اہوں میں رہرو وفا ہمدم
میرے سر سے اب چلتے موج خوں گزر جائے

آہ جو عشق کی اب تری یہ کیفیت
سخت دھوپ ہے ہر سو، دور تک نہیں سائے

اعتبار کیا تیرا، تو نہیں کسی کا بھی
زندگی! تری خاطر کون ہاتھ پھیلائے

رمز ہم سے اہل دل، اب کے اس زمانے میں
وقت جب پڑا ہم پر آنکھیوں سے ٹکرائے

حب الوطنی

حسام الدین سلیم

ہم نشیں میرے مرے ہمدم وگلشن کے سفیر
ایک مدت ہوئی اب ان سے رہا بچھڑا ہوا
ایک عرصہ ہوا صحرائے مغیلاں میں مجھے
اپنے ماحول میں جیسا بھی ہوں خوش ہوں لیکن
جب بھی آتا ہے کوئی سرد ہوا کا جھونکا
یاد آجاتی ہیں گلشن کی بہاریں مجھ کو
جانے کیا چیز ہے یہ جذبۂ حب الوطنی

شعور

عبدالمتین نیاز

ڈوب گیا یادوں کا ساحل
ریت پہ تنہا بیٹھا ہوں
جو جیسی اپنے ساتھ لئے تھیں
دور کھڑا اک اونچے ٹیلے پر
دیکھ رہا تھا میں نظارہ
کتنی بار کہا یہ دل نے
تم بھی
ان لہروں کے ساتھ کہیں بہہ جاؤ
دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاؤ
بن یادوں کے جینا مشکل ہے
میں دل سے چپکے سے بولا
دیوانے دل
تجھ کو یہ معلوم نہیں ہے
یادوں کی قربت ٹھکرا کر
میں نے جینا سیکھ لیا ہے

برگد

مبشر پٹیالوی

سوچ اک گہرا سمندر
جس کی گہرائی میں بیٹھی
ایک شارک
کھا رہی ہے چھوٹی چھوٹی
مچھلیوں کو!

صفحہ ۳ سے آگے

کیفت —

عنبہ بوی کے بی میں ابتدا کے الف کے مل جانے سے مذکورہ شکل پیدا ہو گئی ہے۔

عنبہ بوی این ——— عنبہ بوی این

راقم السطور کے خیال میں محروسۂ برہان پور کے بعد بر بود غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مؤلف مفتاح السرور نے برہان پور کے لیے دو دعائیہ جملے لکھنے کے بعد اس کی تعریف کی ہے۔

دعائیہ جملے

(۱) ابدیت بالفرح والسرور (ہمیشہ شادمانی ومسرت کے ساتھ رہے)۔

(۲) صنت عن الحوادث والشرور (حادثات اور فتنوں سے محفوظ رہے)

لفظ ابدیت میں جلا ... کرم خوردگی کے باعث وہاں کا لفظ مٹ گیا ہے۔ اسی طرح بالفرح والسرور کے کچھ حروف مٹ گئے ہیں یا کاتب نے نہیں لکھے۔

صنیت کا نقطہ مٹ گیا ہے

برہان پور کی رعایت سے مؤلف نے سرور اور شرور ہم قافیہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔

جہاں حرف جار (در) اور حرف عطف (واؤ) لگائے گئے ہیں وہاں ان کی ضرورت نمایاں ہے۔

تیسرا اقتباس ص۳ کالم ۲ پر ہے

سطر	مطبوعہ لفظ	جو پڑھا گیا
۱	گو	———
۲	شمال	گوشمال
۳	نہفت وکیفیت	نہفت وکیفیت
۴	بے تحفہ وسیلہ نمودند	بے تحفہ وسیلہ نمودند
۶	اہل عمل وہنر	اہل علم وہنر
۸	علم طلب	علم طب
۸	حق تعالی	حق تعالے
۹	خلاصہ عمر اوقات	خلاصۂ عمر واوقات
۱۲	مرکبہ وسیوہادی	مرکبہ وسیوہ بائی
۱۴	آنچناں استاداں	آنچہ از استادان
۱۵	انفراد	انقراض
۲۰	اہل تجارت	اہل تجارب
۲۰	بنام ہمان	بنام ہمایونی
۲۲	حطام	حکام
۲۳	منحط	منخرط

کیفیت

نہفت کے لحاظ سے کیفیت کے بدلے رجلدت زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔

نمودن — جملہ کا مفہوم ماضی کے بدلے مصدری معنی کا مقتضی ہے۔

"آنچہ از استادان" میں از آنچہ میں مل گیا اور رُکی کھنچی ہوئی تحریر کی وجہ سے وہ نون (ن) پڑھا گیا ہے۔

انقراض کے ض کے دائرہ کے مٹ جانے اور نقطہ کے نہ ہونے کی وجہ سے باقی ماندہ شکل پر دکا گمان ہو جاتا ہے

منخرط کا رے (ر) طوئے (ط) میں مل جانے سے منحط پڑھ لیا گیا ہے۔

معنی کے اعتبار سے منحوط بھی استعمال کیا جا سکتا ہے مگر لفظ کی دی ہوئی شکل کے لحاظ سے وہ منخرط ہی ہو سکتا ہے۔

(ملاحظہ کیجیے [ریاض الانشاء ص۲۲])

گوشمال، طلب، حق تعالے، نہفت، میوہادی، اہل تجارت وغیرہ کتابت کی عام غلطیاں ہیں

ترقیمہ کی عبارت (ص۴ ہماری زبان) میں علی الانام علی الانام ہے۔ ت کے نقطے مل گئے اور م (م) مر پڑھ لیا گیا ہے۔

"خیر الانام اور البررۃ الکرام" کی رعایت سے علی الانام زیادہ موزوں ہے۔

ہماری زبان ص۵ کے اقتباسات

مطبوعہ لفظ	جو پڑھا گیا
خرلیطین	خراطین
جونگ	جونک
حکما متقدم	حکمائے متقدمہ
کتب طبی	کتب طبی
دلاعیش	دلاغیرش
ومحرک وقوت باہ	محرک قوت باہ
یادکنم	یادکنیم
بر زبان ہندی	در زبان ہندی
طریق اجمال	بہ طریق اجمال

کیفیت —

خراطین کے لیے دیکھیے۔

غیاث اللغات ص۱۸۹

جونک —

نوادر الالفاظ ص۱۸۲

"لاغیرش" میں غیر کی ے کے نقطے اپنی جگہ سے ہٹ کر ش کے

نیچے آگئے۔ خ کا نقطہ بھی ش کے کچھ اس قدر قریب ہوگا کہ وہ بشش بن گیا۔

مختصر یہ کہ زیر نظر نسخہ "مفتاح السرور عادل شاہی" میں مولف نے کثرت سے مترادفات کا استعمال کیا ہے۔ اقتباسات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتابت کی پامالی کی وجہ سے بعض حروف اور الفاظ کی شکلیں مسخ ہو گئی ہیں۔

کم سواد کاتبوں نے حروف جار اور حروف عطف عجلت میں نظر انداز کر دئے۔

تاریخی پس منظر۔

زیر نظر مضمون۔ "مفتاح السرور عادل شاہی" میں مندرجہ ذیل تاریخی امور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

(۱) عادل شاہی خاندان کے پہلے حکمراں۔ یوسف عادل شاہ کے دربار میں مفتاح السرور کے مولف کی رسائی کا ذریعہ اس کی "علم دوستی" تھی۔

(۲) اپنے وطن مالوف سے مولف کی ہجرت کا سبب گافر دل کا ظلم و ستم تھا۔

"از حوادث روزگار و بازیہائے چرخ ستکار ظلم و تعدی تو کفرہ نابکار بر سکنہ و اہالی آن دیار از حد گذشت"

(ہماری زبان ص۳ ۸ دسمبر ۹۲ء)

(۳) عادل شاہی علاقہ کے امن و سکون اور "خوش انتظامی" کے سبب مولف نے وہاں کا قصد کیا۔

(۴) یکم ماہ محرم الحرام ۹۲۲ھ کو مولف "محروسہ برہان پور" پہنچا۔

(۵) یہ وقت تھا کہ یوسف عادل شاہ اپنی ریاست کو مستحکم کرنے میں معروف تھا۔"

(۶) گوا پر پرتگالیوں نے ۹۱۵ھ میں حملہ کیا۔

(ہماری زبان ص۳ / ص۴)

(۷) بادشاہ کی "جنگی مصروفیتوں" کے بیان پر مشتمل ایک اقتباس ص۴ پر نقل کیا گیا ہے۔

(۸) کاتب۔ محمد کاظم ابن محمد قاسم کے نام کی رعایت سے حکیم قاسم بیگ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا امور کے متعلق عرض ہے کہ۔

(۱)۔ حکومت عادل شاہیہ کا بانی۔ یوسف عادل شاہ محمود گاواں کا تربیت یافتہ، علم دوست، معارف نواز اور خود فارسی کا شاعر تھا۔ اس کے خود مختار ہوتے ہی محمود گاواں کے دست گرفتہ علماء اور فضلاء اس کے مرجع خلائق دربار میں جمع ہونے لگے۔

اس کا عہد حکومت ۸۹۵ھ سے ۹۱۶ھ تک تھا۔

یوسف عادل شاہ کی ابتدائی زندگی کے حالات، بہمنی دربار میں اس کے عروج اس کے اعلان خود مختاری اور عہد حکومت کے لیے ملاحظہ کیجئے۔

1- THE MOHAMMEDAN DYNASTICS P321
2- MEDIAEVAL INDIA UNDER MOHAMM-EDAN RULE P 137
3- DELHI SULTANATE P404
4- TABQATE AKBARI (ENGLISH TRA-NSLATION) P 128-130
5- CAMBRIDGE HISTORY OF INDIA VOL III P704
6- FORGOTTEN EMPIRE — VIJYANA-GAR BY ROBERT SEWEL P307
7- A HISTORY OF SOUTHERN INDIA BY N.K. SASTRI
8- SOURCES OF VIJYA NAGAR HISTORY
9- BIJAPUR AND ITS ARCHITECTURAL REMAINS P2-3

۱۰- ص۲-۲۵ تاریخ فرشتہ جلد دوم
۱۱- ص۲۳-۵۰۸ "تاریخ ہندوستان، ذکاء اللہ
۱۲- ص۲۱ ۔ مرقع دکن
۱۳- ص۱۳ "تاریخ رشید الدین خانی
۱۴- ص۱۰ واقعات مملکت بیجاپور
۱۵- ص۸۱ "تاریخ خورشید جاہی
۱۶- ص۱۷ اردو شہ پارے
۱۷- ص۲۶ دکن میں اردو
۱۸- ص۱۹۳ یورپ میں دکھنی مخطوطات
۱۹- ص۳ اردوئے قدیم

یوسف عادل شاہ کی تاریخ وفات کے متعلق صاحب اردوئے قدیم نے لکھا ہے، کہ "طبقات اکبری میں ۹۱۳ھ تحریر ہے اور رفیع الدین شیرازی نے "تذکرۃ الملوک" میں اور اسد خان نے سراج التواریخ میں ۹۲۵ھ لکھا ہے"

اکثر تاریخی کتب میں واقعات فرشتہ سے ماخوذ ہیں جمہور مورخین کا اتفاق ۹۱۶ھ پر ہے۔

"مفتاح السرور" کا مولف یوسف عادل شاہ کی وفات کے چھ سال بعد برہان پور پہنچا ہے۔

(باقی آئندہ)

-----※-----

مراسلہ

امانت کی اندر سبھا کے بارے میں

۲۲ دسمبر اور ۸ جنوری کے شماروں میں دو مراسلے ہماری زبان میں مسیح الزماں صاحب لکچرر کی ترتیب دی ہوئی اندر سبھا کی تعریف میں شائع ہوئے جن میں میرے مضمون 'امانت کی اندر سبھا' اور خود مجھ پر چند اعتراضات کیے گئے۔ مرتب موصوف کی یہ کتاب کوئی ایسی اہم کتاب نہ تھی جس پر میں خود اتنی بحث کرتا لیکن اس میں کچھ مسئلے ایسے آگئے تھے جو مجھے ہمیشہ کھٹکتے رہے ہیں اس لیے میں نے ان پر تفصیلی بحث کر ڈالی۔ اب جو مراسلے ہماری زبان میں نکالے گئے ان میں اس تحقیق اور تحریر کو "گراں قدر تصنیف" "بصیرت افروز محاکمہ" اور تحقیق کا شاہکار اور جانے کیا کیا لکھا گیا ہے۔ خیر مجھے اس سے بحث نہیں۔ کوئی اپنی تصنیفات کو حرف آخر لکھوائے یا تحقیق کا شاہکار۔ اور اگر ان مراسلوں میں میرا ذکر اس طرح نہ کیا جاتا کہ گویا میں نے مسیح الزماں صاحب کی عبارتوں کو زبردستی توڑ مروڑ کر غلط طریقے پر پیش کیا ہے تو میں یہ چند سطریں بھی نہ لکھتا۔ چونکہ ابھی اسی طرح کے تعریفی مراسلے اور نکلوائے جائیں گے اس لیے میں قارئین ہماری زبان کے سامنے اپنا معروضہ پھر سے مختصراً پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں جسے میں نے اپنے پچھلے مضمون میں پیش کیا تھا۔

یہ کہ مرتب کا عقیدہ ان کے مقدمے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ امانت سے پہلے کسی زبان میں کسی ڈرامے کا وجود تسلیم نہیں کرتے اور اس کے ثبوت میں میں نے مرتب موصوف کے مقدمے سے حسب ذیل عبارتیں پیش کی تھیں۔

۱۔ اندر سبھا ہماری قومی روایت کی اہم کڑی اور قومی تھیٹر کا نقطۂ آغاز ہے (دیباچہ)

۲۔ انیسویں صدی کے نصف کے قریب جب اندر سبھا لکھی گئی اس وقت شمالی ہندوستان میں ڈرامے یا اسٹیج کی کوئی روایت نہیں تھی (صفحہ ۳۲)

۳۔ امانت کے سامنے نہ کسی زبان کا کوئی ڈرامہ تھا اور نہ ان کے پاس ایسے ذرائع ہی تھے کہ وہ ڈرامے یا تھیٹر کے بارے میں واقفیت حاصل کر سکتے (صفحہ ۳۲)

میں نے انھیں کلیات اور مسلمات کی تردید میں بحث کی تھی اور شواہد پیش کیے تھے۔ یہ تمام جملے جن کا حوالہ دیا گیا مرتب موصوف ہی کے ہیں۔ یہ تمام جملے خود مکتفی ہیں اور ان کا کسی جملے سے کوئی سلسلہ نہیں اس لیے ان کے توڑنے مروڑنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ ۲۲ دسمبر والے خط میں لکھا گیا ہے اور اگر مرتب موصوف اس بات سے واقف ہیں کہ امانت سے پہلے ڈرامے تھے اور اس پر مرتب موصوف کا یقین بھی ہے تب تو ان کی اوپر پیش کی ہوئی عبارتیں نہ صرف مضحکہ خیز ہیں بلکہ ان کے ذہنی انتشار کی مظہر بھی ہیں۔

یہ بات بھی محل نظر ہے کہ اگر قومی تھیٹر کا نقطۂ آغاز اندر سبھا ہے تو دوسری ہندوستانی زبانوں کے ابتدائی ڈرامے جو اندر سبھا سے پہلے لکھے گئے انھیں موصوف کس خانے میں رکھیں گے قومی یا غیر قومی؟ کیونکہ اندر سبھا سے پہلے ہندوستان کی بہت سی زبانوں میں تھیٹر اور ڈراموں کا وجود ہو چکا تھا جن کی تفصیل بنگالی، مراٹھی، ملیالم، کنڑ اور آسامی زبانوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ان ڈراموں کو کچھ روایات تو سنسکرت سے ملی تھیں لیکن زیادہ تر انگریزوں کے ہندوستان آنے پر ان کے اثر سے یہ ارتقا ظہور پذیر ہوا تھا۔ بنگالی ادب میں کرشن کمل گوسوامی، گووند ادھیکاری کے ڈرامے اندر سبھا سے بہت پہلے کافی مشہور ہو چکے تھے۔ ادھیکاری کے ڈراموں میں رائے انمنڈی، نیچے سنیاس، سپنا بلاس بڑے اچھے ڈرامے سمجھے جاتے ہیں۔ قارئین ہماری زبان شاید مشہور روسی لے بے ڈف کے نام سے متعارف ہوں جس کے متعلق سال گذشتہ اسی ہماری زبان میں کسی صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اسی لے بے ڈف (HERASIN LEBEDEFF) نے ۱۷۹۵ء میں ڈوم ٹولہ سعل کلکتہ میں ایک جدید تھیٹر تعمیر کیا اور اس میں بنگلہ زبان میں تھیٹر اسٹیج کرنا شروع کیا۔ اس سے پہلے ۱۷۵۶ء کے آس پاس انگریزوں نے لال بازار کلکتہ میں ایک تھیٹر اولڈ پلے ہاؤس کے نام سے کھول رکھا تھا۔ لے بے ڈف نے انگریزی ڈراموں THE LOVE IS THE BEST DOCTOR اور DISGUISE کے بنگالی ترجمے پیش کیے جن میں مقامی بنگالی مرد عورتوں نے کام کیا تھا اور یہ ڈرامے بنگالی زبان میں تھے۔ ۱۸۳۱ء میں شام بازار میں نبین چندر باسو کے مکان پر ودیا سندر نام کا ڈراما کھیلا گیا۔ اس کے علاوہ اسی زمانے میں گمند ناتھ داس کے بیان کے مطابق ۱۸۲۲ء سے لے کر ۱۸۵۰ء تک بہت سے اچھے گھروں میں کئی ڈرامے بنگالی زبان میں اسٹیج کیے گئے۔ گمند ناتھ (مصنف بنگالی ادب کی تاریخ) کے بیان کے مطابق مغربی نمونے پر پہلا بنگالی ڈرامہ ۱۸۲۵ء میں لکھا گیا جس کا نام بھدر ارجن تھا جس کے مصنف کا نام تارا چرن شکدر تھا۔ اس میں پرانے سنسکرت طرز سے یکلخت تبدیلی تھی۔ اس کے فوراً بعد ہر چندر گھوش کا بھانومتی چتا بلاس لکھا گیا جو شیکسپیر کے مرچنٹ آف وینس کی بازگشت ہے۔ فاؤبین باور (FAUBIAN BOWERS) نے اپنی کتاب 'مشرق میں تھیٹر' میں بھی اسی خیال سے اتفاق کیا ہے کہ بنگالی زبان میں پہلا تھیٹر ۱۷۹۵ء میں کھلا اور اسی وقت سے بنگالی زبان میں ڈرامے اسٹیج کیے جانے لگے۔ اس کے بعد مائیکل مدھوسودن نے جن کا عرصۂ حیات ۱۸۲۴ء تا ۱۸۷۳ء ہے بنگالی تھیٹر کی شاندار تعمیر و تکمیل کر کے اسے تقریباً تمام ہندوستانی زبانوں سے آگے پہنچا دیا۔

اسی طرح مراٹھی تھیٹر کی ابتدا بھی انگریزوں کے زیر اثر ہوئی اور مراٹھی کا پہلا ڈرامہ جس کا ابھی تک پتہ چلا ہے سیتا سوئمبر ہے جسے ۱۸۴۱ء سے پہلے وشنو داس بھاوے اور گووند جی بھاوے مصنف جدید مراٹھی ادب کے مطابق وشنو پنت بھاوے عرف وشنو امرت بھاوے

نے پہلی دفعہ اسٹیج کیا۔ اسی مصنف نے اور بہت سے ڈرامے لکھے اور پھر رفتہ رفتہ مراٹھی کے ڈراموں کا فروغ ہونے لگا۔ چین کی جانٹے کے بیان کے مطابق سیتا سوئمبر انگریزی اثر سے نہیں وجود میں آیا تھا بلکہ جیاشہ نے اسے ایک کنڑ ڈراما دیکھ کر آپا صاحب کے حکم سے لکھا تھا۔ اس کے بعد وشنو پنت نے ایک ڈرامیٹک کمپنی بنائی اور اس کمپنی نے پہلی دفعہ ۱۸۴۳ء میں پبلک کے سامنے سانگلی میں یہ ڈراما پیش کیا۔ اس سے بھی پہلے باجی راؤ پیشوا ثانی (دسمبر ۱۷۹۶ء تا ۱۸۵۱ء) کے دور میں تماشہ کے نام سے نقلوں اور مزاحیہ نقلوں کا اسٹیج کیا جانا مراٹھی ادب کی تاریخ میں ملتا ہے۔ وشنو پنت نے اس کے فوراً بعد دس بارہ ڈرامے لکھے یہاں تک کہ ۱۸۸۰ء تک مراٹھی ڈراما تقریباً اپنے زریں دور میں پہنچ گیا۔ ملیالم کے ذخیروں میں بھی، اگر راماسی پرا پتو، ڈال اور اس کے مشہور و معروف مصنف کنجن نامبیار، بکتو کیل پانکم اور اس سے بھی پہلے کے چتو، کتو اور تیت گووند کے بچے دیو کو چھوڑ دیا جائے تو سترھویں صدی سے، ملیالم کے جدید طرز کے ڈراموں کے نشانات ملنے لگتے ہیں۔ اس طرح کا پہلا ڈراما کرنا ٹیم ہے جس کے اسٹیج ہونے کا سن ۱۶۵۷ء ہے اس کے بعد مشہور ڈرامائی رقص کتھا کلی وجود میں آتا ہے اور اسٹیج کیا جاتا ہے جو راما ناٹیم کے بطن سے تقریباً ۱۷۲۰ء میں ظاہر ہوا اور اگر اے سی پانڈے مصنف کتھا کلی کا فن کو مانا جائے تو اس کا موجد کٹا رکارا (KOTTA RAKKARA) کا راجا ہے جس کا دور حیات ۱۶۵۵ تا ۱۷۲۳ء ہے۔

آسامی زبان کے ڈراما نگاروں میں شنکر دیو کا نام کون بھول سکتا ہے جس نے آسامی زبان میں بہت سے ایسے ڈرامے بھی لکھے اور جس کا سب سے پہلا ڈراما سندھ یاترا کے کچھ حصوں کو ۱۵۰۳ء میں اسٹیج کیا گیا۔ اس کے بعد تنی پرساد کیلی گوپال اور رکمنی ہرن کا نمبر ہے شنکر دیو کے بعد دوسرا ڈراما نگار مدھو دیو ہے جس کے مشہور ڈرامے ارجن بھنجنا، بھوجی لیشو اور بھیر جن وہاں ہیں۔ یہ تمام ڈرامے کلاسکی سنسکرت ڈراموں سے الگ ہیں اور آسامی ورناکیولر میں لکھے گئے ہیں۔ اتنے بہت سے ڈراموں اور ڈراما نویسوں کے نام شمالی اور جنوبی ہندوستان سے پیش کیے گئے۔ اگر ان اثبات کے باوجود مسیح الزماں صاحب امانت کی اندرسبھا کو ہندوستان کے قومی تھیٹر کا نقطۂ آغاز سمجھتے ہیں تو پھر اس سلسلے میں مجھے اور کچھ نہیں کہنا ہے۔ دوسرا اشارہ میرا مرتب کی ص۸ اور ص۲۴ کی عبارتوں کی طرف تھا وہ عبارتیں حسب ذیل ہیں۔

"اندرسبھا میں مروجہ انداز سے علاحدگی اس دور کے لکھنؤ کی خاصیت اور اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ زوال کے بھنور میں پڑے ہونے کے باوجود اس میں نئی چیزوں کو قبول کرنے اور دھارے کو پلٹنے کی خواہش ضرور موجود ہے جو ایک صحت مند اور قومی سماج کی نشانی ہے۔" (مقدمہ اندرسبھا ص۸)

"۲۔ راجہ اندر کا حکم اور اس کی مرضی اصل میں روایت کی حفاظت اور ایک ساکت سماج کی جامد قدروں کا دوسرا نام ہے" (مقدمہ اندرسبھا ص۲۴)

پہلی بات اس اشارے میں تھی کہ پہلے جس لکھنوی سماج کو صحت مند اور قومی سماج اور دھارے کو پلٹنے کی خواہش رکھنے والا سماج کہا گیا ص۸ پر وہی سماج ساکت اور جامد کیسے ہو گیا پھر دوسری بات یہ کہ کیا جب سے دیو مالا میں راجا اندر کا تصور پیدا ہوا اس وقت سے لکھنؤ کی شاہی یا امانت کے دور تک ہندوستانی سماج ساکت و جامد ہی رہا؟ اور لکھنؤ کے انتزاع سلطنت کے وقت امانت کا اپنا جاگیردارانہ سماج جو مورخین کی نظر میں ساکن، جامد اور رو بزوال سماج تھا وہ فاضل مرتب کی نظر میں صحت مند اور قومی سماج بن گیا (راجا اندر کا تصور نہ لکھنؤ کا پیدا کردہ ہے اور نہ امانت کا)

تیسری بات ان تحریفوں سے متعلق تھی جو مرتب نے اپنی طرف سے اندرسبھا کے متن میں شامل کر دی ہیں۔ یعنی کچھ ایسی عبارتیں شامل ہیں جو اندرسبھا کے کسی مستند نسخے میں نہیں ملتیں۔ متن یعنی TEXT کی ابتدا میں راجہ اندر کی آمد سے پہلے یہ عبارت مرتب کی اندرسبھا میں ملتی ہے۔

"پردے کے پیچھے سے ٹھہر ٹھہر کر گھنگھرو کی آواز میں سارنگی اور چکارے کی آوازوں کے ساتھ ملا کر سنائی جاتی ہے۔" (ص۳۲)

"پردہ اٹھتا ہے جس پر جگمگی ہے اور راجہ اندر اپنے حسب حال چھوٹا گاتا ہے" (ص۳۵)

اسی طرح تقریباً ہر آمد اور خاص خاص موقعوں پر وہ عبارتیں بڑھا دی گئی ہیں جو امانت نے شرح اندرسبھا میں لکھی تھیں میرے علم میں کسی ایسے مستند یا شاید سوا مرتب کے نسخے کے غیر مستند نسخے میں بھی ایسی عبارت موجود نہیں ہے میں نہیں سمجھ سکا کہ آخر مرتب کو اس تحریف کا کیا حق تھا۔

اوپر کی سطروں میں میں نے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کر دی۔ مرتب موصوف اگر ان سے متفق نہیں ہیں تو انھیں اختیار ہے۔ نہ میں نے ان کے جملوں کو توڑا مروڑا ہے اور نہ میں ایسی کج بحثی کا عادی ہوں اور نہ میرے پاس اتنا وقت ہے ابھی اس کے جواب میں اور بہت سے مراسلے اور مضامین ادھر ادھر سے نکلوائے جائیں گے لیکن مجھے ان بحثوں میں حصہ لینے سے معذور سمجھا جائے۔ میں اپنا وقت ایسے بے سر و پا کے اعتراضات اچکانے جھگڑوں اور کج بحثی میں برباد کرنا نہیں چاہتا۔

(سید محمد عقیل)

1- HISTORY OF MODERN MARATHI LITRATURE PAGE 95

2- THE THEATRE OF THE HINDUS P. 179

3- THE ART OF KATHAKALI BY A. C. PANDEYA P. 33

4- ASPECTS OF EARLY ASSAMESE LITRATURE P. 197 EDT. BY BANIKANTA KAKATI PUBLISHED IN 1953

"ہماری زبان"

کو مضامین و مراسلات بھیجتے وقت یہ خیال رکھیں کہ وہ کاغذ کے ایک طرف صاف لکھے ہوں۔ (ادارہ)

اردو کو دی گئی سہولتوں میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی

حیدرآباد۔ راجیہ سرکار نے آج ایک پریس نوٹ میں کہا ہے کہ حکومت کو چند اخباری اطلاعوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جن میں حکومت کے اس اعلان کے حوالے سے جس کے ذریعے ۲۶ جنوری سے تلگو کو ریاست میں بعض قانونی حیثیت نہ رکھنے والے اغراض کے لیے سرکاری زبان قرار دیا گیا ہے، اردو اور دوسری زبانوں کے تعلق سے تشویش ظاہر کی گئی ہے۔ حکومت کا جاری کیا ہوا اعلان قانون سرکاری زبان آندھرا پردیش ۱۹۶۶ء کی دفعہ ۱(۳) کے تحت ہے جس کی رو سے مذکورہ امور میں تلگو ہی انگریزی زبان کی جگہ لے سکتی ہے اور مذکورہ اعلان کا کوئی تعلق ان سہولتوں سے نہیں ہے جس سے اردو اور دوسری تعلیمی زبانیں مستفید ہو رہی ہیں۔ حکومت نے سابق میں اردو اور دوسری اقلیتی زبانوں کے تعلق سے کئی سہولتیں فراہم کی ہیں۔ اور حکومت اس موقف میں تبدیلی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی اردو کو دی ہوئی سہولتوں کا اعلان آندھرا پردیش گزٹ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۶۱ء میں کیا گیا تھا اردو اور دوسری اقلیتی زبانیں بولنے والے عوام اب جن سہولتوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ انھیں قانونی حیثیت دینے کے لیے قانون سرکاری زبان آندھرا پردیش ۱۹۶۶ء کی دفعہ (۲)، کی تشریح کے لیے بھی حکومت ایک علیحدہ اعلان جاری کر رہی ہے۔

توقع کی جاتی ہے کہ اس توضیح سے وہ اندیشے دور ہو جائیں گے جو کسی گوشے میں بھی ان سہولتوں سے متعلق پائے جاتے ہوں۔ جو اب اردو یا کسی اور اقلیتی زبان یا زبانوں کو حاصل ہیں۔

(دعوت)

بہار میں اردو کے لیے سہولتیں

بہار کابینہ نے اپنی میٹنگ میں مندرجہ ذیل خاص مقاصد کے لیے بہار میں آئین کی دفعہ ۳۴۷ کے مطابق اردو کے جائز مقام کو تسلیم کرنے کے سلسلے میں صدر کے ذریعہ ایک اعلان کرانے کے لیے حکومت ہند سے رجوع کرنے کا فیصلہ کیا۔

(۱) جن تعلیمی اداروں میں اردو پڑھنے والے طلبہ کی تعداد کم از کم ہے وہاں ایسے بچوں کے لیے ابتدائی سطح پر ذریعہ تعلیم اردو میں ہوگی۔

(۲) جن اداروں میں اردو پڑھنے والوں کی تعداد کم از کم ۴۰ ہے یا ایک کلاس میں کم از کم ایسے طلبہ ہیں ان میں ثانوی سطح پر ان طلبہ کے لیے ذریعہ تعلیم اردو ہوگی جن کی مادری زبان اردو ہے۔

(۳) خطوط درخواستیں اور عرضداشتیں جو ریاست کے کسی افسر یا بااختیار شخص کو دی جاتی ہوں وہ اردو میں دی جا سکتی ہیں۔ ماتحت عدالتوں میں درخواستیں اور دستاویزات بھی اردو میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

(۴) حکومت کی اہم مطبوعات اردو میں بھی شائع کی جائیں گی۔

(۵) عام بھلائی یا سہولت کے لیے حکومت کے تمام سائن بورڈ، ہدایتیں اور علامتیں اور اشارے وغیرہ بھی اردو میں ہوں گے۔

(اتحاد وطن)

غالب کے صدسالہ جشن یادگار میں سوویت دیس کو شرکت کی دعوت

۱۰ فروری جمعہ کے روز پروفیسر خواجہ احمد فاروقی صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی نے ماسکو یونیورسٹی میں غالب پر تقریر کی اور سوویت دیس کی یونیورسٹیوں کو دعوت دی کہ وہ غالب کے صدسالہ جشن یادگار میں حصہ لیں۔

پروفیسر فاروقی نے کہا کہ ایک بات اور ہے جو میں صرف اپنے روسی دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں۔ غالب کے آپ کے اوپر حقوق بھی ہیں وہ ماوراء النہری اور ایبک ترک تھے۔ اس مجمع میں بھی ایک ترک اور تورانی موجود ہیں۔ غالب سے آپ کا خون کا رشتہ ہے ان ہی تورانیوں کا علم غالب کے قلم میں تبدیل ہو گیا ہے۔ یہ بہت مناسب ہوگا کہ سنہ ۱۹۶۹ء میں آپ کی ماسکو یونیورسٹی اور سوویت دیس کی دوسری یونیورسٹیاں ہمارے ساتھ مل کر اس عظیم شاعر کو خراج عقیدت پیش کریں۔

جلسہ کی صدارت اردو کی استاد خانم پوپووا نے کی اور یقین دلایا کہ ہم اس اہم علمی کام میں ضرور شرکت کریں گے اس لیے کہ غالب دنیا کی دولت ہے اور اس کے پڑھنے سے جو خیر و برکت حاصل ہوتی ہے اس سے ہماری مسرتوں میں بھی اضافہ ہوگا۔

(قاضی ظہیر الحسن سکریٹری شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی دہلی)

حیدرآباد میں "پتھروں کے مغنی" کا خیر مقدمی جلسہ

حیدرآباد۔ ڈاکٹر وحید اختر کے مجموعۂ کلام "پتھروں کے مغنی" کی اشاعت کے سلسلہ میں ایک خیر مقدمی جلسہ بمقام اردو ہال منعقد ہوا۔ ابتدا میں مسز صفیہ اریب، ڈاکٹر شور بینائی، ڈاکٹر انور معظم اور ڈاکٹر مغنی تبسم نے "پتھروں کے مغنی" کے سلسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

جناب عالم خوندمیری نے کہا کہ وحید اختر کے پاس زیست کا وہ شعور نظر آتا ہے جس کی اردو شاعری کو ضرورت تھی زندگی کے احساس کا جو حسن نئی نسل کی شاعری میں نظر آتا ہے اس کے اچھے نمائندے وحید اختر ہیں۔

ڈاکٹر وحید الدین صدر شعبۂ فلسفہ دہلی یونیورسٹی نے جو صدارت کر رہے تھے کہا کہ وحید اختر فلسفہ کے طالب علم ہیں اور فلسفہ شعور کو گہرائی

اور علم کو عظمت عطا کرتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بڑا فن پاس سے مارا جاتا ہے لیکن وحید اختر قنوطی شاعر نہیں۔ وحید اختر آج کی نسل کے نمایاں شاعر ہیں اور یقین ہے کہ ان کا فن مستقبل میں اور ترقی کرے گا۔ اس جلسہ میں وحید اختر نے اپنے خیر مقدم پر اظہار تشکر کیا اور سامعین کی درخواست پر متعدد نظمیں سنائیں۔ بعد میں مخدوم محی الدین کی صدارت میں ایک محفل مشاعرہ بھی منعقد ہوئی۔

انجمن ترقی اردو کوٹہ کی اردو مہم

کوٹہ۔ گذشتہ سالوں کی طرح امسال بھی انجمن ترقی اردو شاخ کوٹہ کے کارکنان نے طلبہ و طالبات کے داخلہ کی مہم کامیابی کے ساتھ جاری رکھی۔ اس وقت کوٹہ شہر کے علاوہ قرب و جوار کے کئی قصبوں اور دیہاتوں میں کافی تعداد میں بچے اور بچیاں اردو پڑھ رہے ہیں۔

محکمہ تعلیم بیکانیر راجستھان کے حکم کے مطابق جماعت اوّل سے پنجم تک سب مضامین اردو میں پڑھائے جاتے ہیں۔ لیکن اردو مضمون کے علاوہ دیگر مضامین کے پرچے ہندی رسم الخط میں چھپوائے جاتے ہیں۔ گذشتہ سال اس سلسلہ میں انجمن ہذا نے کافی جد و جہد کی جس کا نتیجہ اس حد تک ظاہر ہوا کہ امسال ششماہی امتحان میں پرچے طبع کرانے کے بجائے سائیکلو سٹائل مشین سے اردو طلبہ کے لیے پرچے نکلوائے گئے کہنے کو تو اردو رسم الخط میں پرچے تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی مبتدی سے پرچے لکھوائے گئے ہیں۔ سائیکلو سٹائل مشین سے نکلے ہوئے پرچے بچے تو کیا مدرسین بھی مشکل سے ہی پڑھ سکتے تھے املا کی کافی غلطیاں تھیں اس مسئلہ کو ایس ڈی آئی صاحب اور ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز کے سامنے رکھا گیا انھوں نے وعدہ فرمایا کہ سالانہ امتحان میں اردو طلبہ کے لیے پرچے پریس میں طبع کرائے جائیں گے۔

سہ لسانی فارمولا میں جماعت نہم و دہم میں کوٹہ، کیتھون، سانگور، اکلیرہ، جھالاواڑ ہائر سکنڈری اسکولوں میں اردو جاری ہے۔ امسال گرلز ہائر سکنڈری اسکول رامپورہ کوٹہ میں چودہ طالبات نے جماعت نہم میں اردو پڑھنے کی درخواست دی کیونکہ یہ طالبات آٹھویں جماعت تک اردو پڑھتی ہوئی آئی تھیں ہیڈ مسٹرس نے اپنی سفارش کے ساتھ حکام بالا کو یہ درخواست بھجوا دی ڈپٹی ڈائرکٹر گرلز ادے پور نے انجمن ہذا کی ایک بھجوایا کہ گرلز اسکول میں اردو تھرڈ لنگویج جاری کرنے کی سفارش کے ساتھ کاغذات ڈائرکٹر آف ایجوکیشن بیکانیر کو بھجوا دئے گئے ہیں۔

ڈائرکٹر صاحب بیکانیر کو اردو جاری کرنے کے لیے "تار" دیا گیا۔ پنڈت سندر صاحب ایجوکیشن منسٹر راجستھان مع ایڈیشنل ڈائرکٹر ایجوکیشن کوٹہ تشریف لائے تو کوٹہ کے معزز ہندو اور مسلمانوں پر مشتمل ایک وفد نے ملاقات کی اور تفصیل سے بتایا کہ کوٹہ میں یہ ایک ہی گرلز ہائر سکنڈری اسکول ہے جس میں کوٹہ شہر کے تمام مڈل اسکولوں کی طالبات داخلہ لیتی ہیں جن میں وہ طالبات بھی ہوتی ہیں جو مڈل اسکول گرو نانک میں جماعت آٹھویں تک اردو پڑھ کر آتی ہیں۔ ریاست کے زمانے میں اس اسکول میں لڑکیوں کو اردو پڑھائی جاتی تھی اور معلمہ بھی اس میں ہیں۔ ایسا ہی کیس باراں گورنمنٹ ہائر سکنڈری اسکول کا پیش کیا گیا۔

باراں میں بھی جماعت اول سے آٹھویں جماعت تک اردو پڑھ کر آنے والے طلبہ کے لیے جماعت نہم میں اردو کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ لیکن ایڈیشنل ڈائرکٹر صاحب فرمانے لگے کہ اس سال میں کسی بھی اسکول میں اردو نہیں کھول سکتا۔ حتی الامکان کوشش کرنے کے باوجود جب مایوسی نظر آئی تو طالبات کو سنسکرت پڑھنی پڑی۔ لیکن انجمن اس جد و جہد کو جاری رکھے گی۔ آئندہ اس اسکول میں ہی نہیں بلکہ سورج پول ہائر سکنڈری اسکول میں بھی اردو جاری کرانے کی کوشش کی جائے گی کیونکہ اس اسکول میں بھی کافی تعداد میں جماعت ششم سے جماعت ہشتم تک اردو طلبہ ہیں اور ان کے لیے

جماعت نہم و دہم میں اردو کا اب تک کوئی انتظام نہیں ہے۔

جناب احترام الدین شاغل جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو جے پور کی کوششوں سے راجستھان میں جن ہائر سکنڈری اسکولوں میں اردو اختیاری مضمون کی حیثیت سے جماعت گیارہویں تک پڑھائی جارہی ہے ان میں اردو سینئر ٹیچرس مقرر کئے جانے کی منظوری محکمہ تعلیم بیکانیر نے دیدی ہے اور ایک ایک پوسٹ اردو سینئر ٹیچرس کی منظور کر دی گئی ہے۔ لیکن سردست اردو ایم اے بی ایڈ ٹیچرس کی کمی ہے۔

پھر جناب احترام الدین صاحب شاغل اور ایڈیشنل ڈائرکٹر ایجوکیشن بیکانیر کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ فی الحال دو یا تین سال کے لیے اردو ایم۔اے پاس مدرسین کو ہی اس پوسٹ پر مقرر کر دیا جائے تاکہ طلبہ کا نقصان نہ ہو۔ اور ایسے مدرسین کے لیے اس عرصہ میں بی۔ایڈ کی ٹریننگ پاس کرنے کی پابندی لگادی جائے جیسا کہ ایسی ہی راجستھان کا محکمہ دوسرے مضامین والوں کو رعایت دیتا ہے۔

محبان اردو جناب شاغل صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو جے پور کی کوششوں اور محکمہ تعلیم بیکانیر راجستھان کے منصفانہ اقدامات کا خیر مقدم کرتے ہوئے اردو کے ساتھ مزید انصاف کی توقع کرتے ہیں۔

(عبدالرحیم ایڈوکیٹ سکریٹری انجمن ترقی اردو کوٹہ راجستھان)

گورکھپور یونیورسٹی میں مشاعرہ

جلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر گورکھپور یونیورسٹی کے کنوکیشن پنڈال میں مشاعرہ اور کوی سمیلن کا ایک ملا جلا پروگرام ہوا۔ ڈاکٹر کیسری نرائن شکلا، صدر شعبۂ ہندی، گورکھپور یونیورسٹی نے اس ادبی نشست کی صدارت کی۔ بیرونی شعراء میں شمسی مینائی اور کامل شفیقی تشریف لائے تھے ان کے علاوہ ممتاز مقامی شعراء واحمر گورکھپوری نور گورکھپوری، ہندی گورکھپوری، ایم کوثیا دی راہی شبنم گورکھپوری، رمضان وارث، کیشو چند عالم اور شکیر گورکھپوری وغیرہ نے اپنے کلام سے حاضرین کو محظوظ کیا۔ بیرونی اور مقامی کویوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد شریک تھی۔ مشاعرے کی ناظم فنی کے فرائض ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد اور کوی سمیلن کی ناظمی کے فرائض ڈاکٹر رمانند سرو استو نے انجام دئے۔

(سکریٹری بزم ادب)

جمال محمد کالج ترچناپلی کا سالانہ مشاعرہ

۱۱ر فروری کی شب جمال محمد کالج کا سالانہ مشاعرہ زیر صدارت حضرت الحاج محمد سعید صاحب پرنسپل منعقد ہوا۔ مقامی شعراء کے علاوہ غیر مقامی شعراء بھی شریک تھے خاص طور پر حضرت محبوب پاشا صاحب پروفیسر گورنمنٹ آرٹس کالج مدراس اور حضرت حسین نظامی صاحب ادھونی قابل ذکر ہیں۔ جناب حضرت سہیر وردی (صدر شعبۂ اردو جمال محمد کالج) نے سامعین اور مہمان شعراء کا استقبال کیا۔ جناب پرنسپل صاحب نے ڈاکٹر امیر الدین احمد صاحب صدر آل تاداردو مجلس کو ان کے جج کے جانے کے سلسلے میں مبارکباد دیتے ہوئے ان کی گلپوشی کی۔ مشاعرے کا آغاز ساڑھے دس بجے شب ہوا۔ جناب ذوالفقار علی کے ہدیۂ تشکر پر مشاعرہ بخیر و خوبی دو بجے شب اختتام کو پہنچا۔

(ذوالفقار علی)

فارم ۱۷

دیکھو رول ۸

اخبار ہماری زبان

علی گڑھ

۱۔	مقام اشاعت	سلطان جہاں منزل علی گڑھ
۲۔	نوعیت اشاعت	ہفتہ وار
۳۔	نام پرنٹر	ضمیر الدین قریشی
	قومیت	ہندوستانی
	پتہ	مسلم ایجوکیشنل پریس محلہ بنی اسرائیلان علی گڑھ
۴۔	نام پبلشر	نذیر حسین
	قومیت	ہندوستانی
	پتہ	انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ
۵	نام ایڈیٹر	پروفیسر آل احمد سرور
	قومیت	ہندوستانی
	پتہ	شبلی روڈ علی گڑھ
۶۔	نام پتہ مالک اخبار	انجمن ترقی اردو ہند سلطان جہاں منزل علی گڑھ

میں نذیر حسین تصدیق کرتا ہوں کہ جو معلومات اوپر دی گئی ہیں وہ میرے علم و یقین میں صحیح ہیں۔

یکم مارچ ۱۹۶۷ء

نذیر حسین

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپایا اور پبلشر نذیر حسین نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شایع کیا